فسادات روزمرہ کی زندگی بن گئے۔ ان فسادات میں سینکڑوں بے گناہ مرد عورتیں اور بچوں کے خون سے ہاتھ رنگے جاتے۔ آزاد ہندوستان کے ریکارڈ پر چار ہزار سے زائد فسادات ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت یا تو نااہل ہے۔ یا ان فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ حکومت کے کچھ مقاصد کی بالواسطہ تکمیل ہوئی ہے۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ کا یہ ایک شرمناک باب ہے۔

تشدد کا یہی رجحان بڑھ کر صوبہ پرستی، علاقہ پرستی، نکسلی اور قبائلی تشدد، ذات پات کے تشدد اور مذہب کے نام پر تشدد کا بھیانک روپ دھار گیا۔ آج یہ ایک ایسا جن بن چکا ہے۔ جو لوتل سے باہر ہے۔ حکومت ہاتھ پاؤں مار رہی ہے لیکن۔ ع

خود کردہ را علاج نیست

جو ہم نے لو یا تھا۔ وہ کاٹنا بھی ہوگا۔ ہم کانٹے بو کر پھول چاہتے ہیں، ہم سے بڑا نادان کون ہوگا۔

مہلت ختم ہونے والی ہے

بابری مسجد تنازعہ کے حل کے لئے وزیر اعظم مسٹر نرسمہاراؤ نے وشو ہندو پریشد اور ایودھیا کے سنتوں سے تین ماہ کی مہلت مانگی تھی، وہ جلد ختم ہونے والی ہے۔ اس دوران میں اب تک جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

ایودھیا تنازعہ سے متعلق تمام دستاویزات اور ریکارڈ کی زمرہ بندی کی گئی۔ حکومت نے مختلف افراد اور تنظیموں سے اس سلسلہ میں تجاویز مانگی تھیں۔ ان سب کی بھی زمرہ بندی کی گئی۔ یہ کام اس سلسلہ میں قائم کردہ خاص شعبہ نے کیا۔ وزیر اعظم مسٹر نرسمہاراؤ نے وشو ہندو پریشد کے لیڈروں اور آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے ممبران کو گفت وشنید کے لئے بلایا۔ چنانچہ اس وقت تک مذاکرات کے تین دور ہو چکے ہیں۔ مذاکرات کا تیسرا دور جو ۸ نومبر کو ہوا اس میں ان دستاویزات اور شواہد پر غور ہونا تھا جو ان دونوں فریقوں نے حکومت ہند کے سپرد کئے تھے لیکن قبل اس کے کہ ان دستاویزات اور شواہد پر غور شروع ہوتا۔ وشو ہندو پریشد کی طرف سے ۶ دسمبر سے مسلسل کارسیوا کے اعلان پر گفت وشنید کا مسئلہ تعطل کا شکار ہو گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وشو ہندو پریشد اور بھارتیہ جنتا پارٹی کی طرف

ہے اس اعلان کے بعد کہ کار سیوا ۶ دسمبر سے شروع ہو جائیگی اور بغیر رکے ہوئے اس وقت تک جاری رہے گی کہ جب تک کہ مندر کی تعمیر کا کام مکمل نہیں ہو پاتا۔ خوش اسلوبی اور باہمی افہام و تفہیم سے ایودھیا مسئلے کے حل ہونیکے امکانات تقریباً معدوم ہو گئے ہیں اور اس کے لئے بلا شبہ وشو ہندو پریشد اور بھارتیہ جنتا پارٹی ذمہ دار ہے۔

مسئلہ کے حل میں سب سے بڑی رکاوٹ وشو ہندو پریشد کا جارحانہ رویہ ہے۔ پریشد عدالتی فیصلہ پر رضامند نہیں۔ حالانکہ اس مسئلہ کا اس سے بہتر حل اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ فریقین عدالتی فیصلہ کو مان لیں۔ وشو ہندو پریشد کا یہ رویہ جہاں ایک طرف اس مسئلہ کے حل میں بڑی رکاوٹ ہے۔ وہاں دوسری طرف عدلیہ کے وقار اور اس کے اقتدار اعلیٰ کے لئے ایک چیلنج بھی ہے۔ ادھر بابری مسجد کے پاس ایکوائر شدہ زمین پر وشو ہندو پریشد کے زیر نگرانی ایک ٹھوس چبوترہ تعمیر کرایا جا چکا ہے۔ اس سلسلہ میں سپریم کورٹ کی مقرر کردہ کمیٹی نے اپنی رپورٹ سپریم کورٹ میں داخل بھی کر دی ہے۔ بظاہر یہ چبوترہ آگے چل کر رام مندر کی تعمیر کے کام آسکتا ہے۔

مسٹر نرسمہا راؤ کہہ چکے ہیں کہ مندر تعمیر ہوگا۔ لیکن مسجد گرا کر نہیں۔ جبکہ فرقہ پرست تنظیموں کا سارا زور اس پر ہے کہ مسجد کو گرا کر مندر تعمیر کیا جائے گا۔ اور اسی پر انہوں نے عوام سے فتویٰ لیا ہے۔ فرقہ پرستوں کی لابی مسلسل اس کا پرچار کر رہی ہے کہ بابر غیر ملکی حملہ آور تھا۔ اور اس نے مندر گرا کر مسجد تعمیر کرائی تھی۔ لہٰذا اس مسجد کو گرا کر مندر بحال کیا جائے۔ اس دعوے کا پہلا ٹکڑا بنیادی طور پر غلط ہے۔ بابر نے ایک مسلم سلطنت پر حملہ کیا تھا ابراہیم لودی سے سلطنت چھینی تھی۔ ہندو مسلمان سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ بابر اور اس کے جانشینوں کے لئے اس کا پورا پورا موقعہ تھا کہ بے شمار مندروں کو گرا کر مسجدوں میں تبدیل کر دیں۔ مسلم حکمرانوں نے اپنی طاقت کا بیجا استعمال کبھی نہیں کیا۔ یہ مغل حکمراں تھے۔ جنہوں نے رواداری کی ایک مثال قائم کی۔ بابر نے مغل حکمت عملی مرتب کی تھی کہ اس ملک کے لوگ گائے کی پوجا کرتے ہیں اس لئے گائے کا ذبیحہ رضاکارانہ طور پر بند کر دینا چاہیئے۔ اور ہندوؤں کے عقائد کا احترام کیا جانا چاہیئے۔ اکبر نے ستی پر پابندی لگائی چاہی۔ لیکن اسے مذہبی رسم کا درجہ دیا گیا تھا۔ اس لئے مکمل طور پر ستی کا انسداد نہ ہو سکا۔ ہاں ستی کے ساتھ کچھ شرطیں جوڑ دیں۔ ان میں ایک شرط یہ تھی کہ جو عورت ستی ہونا چاہتی تھی۔ حاکم عورتوں کے ذریعہ اس کی حقیقی مرضی معلوم کرے گا۔